حدود آرڈی ننس............اضطرابی صورتحال اور غلط فہمیوں کا ازالہ

سید باچا آغا صاحبزادہ
لیکچرار اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

ملکی سطح پر حدود آرڈیننس کے متعلق مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد سمیت قومی اسمبلی کے اراکین اور حکومت اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اسی سلسلے میں گذشتہ دنوں ایک لسانی تنظیم کے قائد کا اخبارات میں حدود آرڈیننس کے حوالے سے اظہار خیال شائع ہوا ہم ان کے نیک خیالات اور احساسات کی قدر کرتے ہیں، تاہم انہوں نے اپنی تحریر میں کچھ ایسے الفاظ تحریر کیے ہیں جو قائدانہ شان کے حامل نہیں اور نہ ہی کسی قائد کے شایان شان ہیں۔ ذیل میں کچھ غلط فہمیوں کے ازالے کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ ان غلط فہمیوں کے ازالے کا سبب بنے۔

زنا کا اخلاقاً برا ہونا یا مذہباً گناہ ہونا، یا معاشرتی حیثیت سے معیوب اور قابل اعتراض ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم ترین زمانے سے تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں اور اس میں سوائے ان متفرق لوگوں کے جنہوں نے اپنی عقل کو اپنے نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا ہے اس عالمگیر اتفاق رائے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت خود زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔

قرآن وحدیث میں زنا کو نہ صرف بے حیائی اور بری راہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ اس کو حدود میں داخل کر کے کڑی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ شریعت ایک طرف حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شہادتوں سے اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو، جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی اور دوسری طرف فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کا الزام لگائیں وہ یا تو شہادتوں سے اپنا الزام ثابت کرے ورنہ اس پر 80 کوڑے برسا دو، تا کہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھوں سے بھی بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک اسے نہ پہنچانا چاہیے تا کہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے اور پھیلے نہیں، البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بے ہودہ چرچے کرنے کے بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت میں مجرموں کا جرم ثابت کر کے اسے سزا

دلوائیں، یوں نہ ہونا چاہیے جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے میں بلاثبوت و گواہی کے، صرف زنا کاری کا الزام عائد کر کے مرد و عورت کو قتل کیا جاتا ہے۔ اس طرز عمل کو رسوم و رواج کا حصہ قرار دینے کی دلیل دی جاتی ہے اور اس طرز عمل کو اپناتے ہوئے ملوث افراد نہ صرف اسلامی حدود کو پار کر دیتے ہیں بلکہ انسانی حقوق کے بھی پامالی کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں الطاف حسین کا یہ بیان کہ ''علماء کا مخصوص ٹولہ عورتوں کو حدود آرڈیننس کے نام پر اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق حقیر غلام یا کمتر درجے کا شہری بنانا چاہتا ہے، جھوٹے الزامات لگا کر کہیں عورتوں کو کاری قرار دے کر قتل کراتا ہے اور کہیں غیرت کے نام پر عورتوں کو قتل کراتا ہے اور ان معصوم خواتین کے قتل کی وکالت کرتے ہوئے ان کے ناجائز قتل کو جائز بھی قرار دیتا ہے'' یہ سراسر الزام تراشی ہے۔ علماء تو انہی باتوں اور افعال کی مخالفت کرتے ہوئے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے ہیں بلاثبوت کسی کو کاری قرار دینا یا غیرت کے نام پر کسی کو قتل کرنا علماء اس کی حمایت نہیں کرتے بلکہ اسے رسوم و رواج کا حصہ قرار دیتے ہوئے اسلامی حدود کو پار کرنے کا نام دیتے ہیں۔ اسلام میں کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھنے پر چار گواہوں کی شرط اسی لئے لگائی ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی ایسا واقعہ پیش بھی آئے تو چار گواہ ڈھونڈنا ایک مشکل مرحلہ ہے اور اگر چار گواہ موقع پر موجود بھی ہوں تو گواہوں کے لئے انہیں (زانی مرد و عورت) قابل اعتراض حالت میں دیکھنا کافی نہیں بلکہ انہیں عدالت میں یہ بتانا ہوگا کہ ان (زانی مرد و عورت) کو ایسے حالت میں دیکھا گیا جیسا کہ سلائی سرمہ دانی میں۔ یہ تمام قیود اسی لئے لگائے گئے ہیں کہ کسی مرد و عورت کا پردہ نہ اٹھے اور گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے۔

رہی یہ بات کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے انہیں از خود قتل کر دیں تو اسے یا تو چار گواہ پیش کرنے ہوں گے یا اگر مقتول (زانی) مرنے سے پہلے جرم زنا کا اقرار کرے اور یہ کہ مقتول شادی شدہ بھی ہو، تو ان صورتوں میں یہ قاتل قصاص سے بچ جائے گا ورنہ اس قاتل کو قصاص کیا جائے گا۔ جیسے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں میں چار گواہ لانے تک انہیں مہلت دوں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں''۔ اگر اس نے قتل کیا تو اسے قصاص کیا جائے گا، مگر یہ کہ وہ ان کے زنا کے جرم میں مرتکب ہونے پر بینہ (گواہ) لے آئے، اور وہ محصن ہو یا مقتول (زانی موت سے قبل) خود اس کا اعتراف کرے اگر ان دونوں یا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور حال یہ کہ وہ (قاتل) زنا پر گواہ لانے پر قادر نہ ہوا، یا اس (مقتول نے موت سے قبل) اعتراف نہ کیا، ان سے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو اپنے گھر میں کسی کام کے لئے بلائے پھر اسے قتل

کرے اور یہ جھوٹ بول کر کہے کہ میں نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا۔اور ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے جان چھڑانے کے لئے اسے قتل کرے پھر اس پر جھوٹا دعویٰ کرے کہ اس نے اس امر میں جانوں کی حفاظت کے لئے احتیاط کیا ہے کہ قاتل پر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے گواہ پیش کرنا لازم ہے، پس اگر وہ گواہ قائم کرنے پر قادر ہوا تو اس پر کوئی چیز نہیں (اگر بینہ قائم کرنے پر قادر نہ ہوا تو اسے قصاص کیا جائے گا)(۱)۔

اگر کوئی شخص کسی پر زنا کا شبہ ظاہر کرے یا الزام لگائے تو اس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو 80 کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں''(۲)۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زنا چونکہ سارے جرائم سے زیادہ معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا ذریعہ ہے اس لئے اس کی سزا شریعت اسلام نے دوسرے سب جرائم سے زیادہ سخت رکھی ہے اس لئے عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس معاملے کے ثبوت کو بڑی اہمیت دی جائے۔بغیر شرعی ثبوت کے کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام یا تہمت لگانے کی جرأت نہ کر سکے۔اس لئے شریعت اسلام نے بغیر ثبوت شرعی کے جس کا نصاب چار مرد گواہ عادل ہونا ہے اگر کوئی کسی پر تہمت، صریح زنا کی لگائے تو اس تہمت لگانے کو بھی شدید جرم قرار دیا اور اس جرم پر بھی حد شرعی 80 کوڑے مقرر کی جس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ کسی شخص پر زنا کا الزام کوئی شخص اسی وقت لگانے کی جرأت کرے گا جب کہ اس نے اس فعل خبیث کو خود اپنی آنکھ سے دیکھا بھی ہو اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو یہ یقین ہو کہ میرے ساتھ اور تین مردوں نے دیکھا ہے اور وہ گواہی دیں گے کیونکہ اگر دوسرے گواہ ہیں ہی نہیں یا چار سے کم ہیں یا ان کی گواہی دینے میں شبہ ہے تو اکیلا یہ شخص گواہی دے کر تہمت زنا کی سزا کا مستحق بننا کسی حال میں گوارا نہ کرے گا(۳)۔

جس شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کا جرم ثابت ہو جائے اور مقذوف کے مطالبہ سے اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو اس کی ایک سزا تو فوری ہوگئی کہ 80 کوڑے لگائے گئے دوسری سزا ہمیشہ کے لئے جاری رہے گی وہ یہ کہ اس کی شہادت کسی معاملے میں قبول نہ کی جائے گی جب تک یہ شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے ساتھ توبہ نہ کرے اور مقذوف شخص سے معافی حاصل کر کے توبہ کی تکمیل نہ کرے اس وقت تک تو باجماع امت اس کی شہادت کسی بھی معاملہ میں قبول نہ ہوگی اور اگر توبہ کر لے تب بھی احناف کے نزدیک اس کی شہادت قبول نہیں ہوتی، ہاں گناہ معاف ہو جاتا ہے(۴)۔

حد قذف کا حکم جب نازل ہوا تو لوگوں میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ غیر مرد اور عورت کی بدچلنی دیکھ کر تو آدمی

صبر کرسکتا ہے گواہ موجود نہ ہوں تو زبان پر قفل چڑھالے اور معاملات کو نظر انداز کردے، لیکن اگر وہ خود اپنی بیوی کی بدچلنی دیکھ لے تو کیا کرے؟ قتل کرے تو الٹا سزا کا مستوجب ہوگا، گواہ ڈھونڈنے جائے تو ان کے آنے تک مجرم کب ٹھہرا رہے گا، صبر کرے تو آخر کیسے کرے؟ طلاق دے کر عورت کو رخصت کرسکتا ہے مگر نہ اس عورت کو کسی قسم کی مادی یا اخلاقی سزا ملی نہ اس کے آشنا کو، اور اگر اس سے ناجائز حمل ہو تو غیر کا بچہ الگ گلے پڑا۔ یعنی عام آدمی کے لئے تو یہ ممکن ہے کہ جب چار گواہ میسر نہ ہوں تو وہ الزام زنا لگانے سے خاموش رہے تاکہ تہمت زنا کی سزا سے محفوظ رہ سکے لیکن شوہر کے لئے یہ معاملہ بہت سنگین ہے جب اس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور گواہ موجود نہیں اگر وہ بولے تو تہمت زنا کی سزا پائے اور نہ بولے تو ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا رہے اور اس کی زندگی وبال ہوجائے، اس لئے شوہر کے معاملے کو عام قانون سے الگ کر کے اس کا مستقل قانون لعان بنادیا گیا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''اور جو لوگ اپنی بیویوں کو (زنا کی) الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا، دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو''(۵)۔

لعان کرنے کے بعد ان میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی جائے گی وہ دونوں کبھی جمع نہ ہوں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''امام شافعیؒ کے قول کے مطابق فقط مرد کے لعان کرتے ہی زوجین میں فرقت ہوجاتی ہے، یہ قول بے دلیل ہے۔ امام زفرؒ، امام مالکؒ اور ایک روایت میں امام محمدؒ کا قول ہے کہ جب دونوں لعان کرگزریں تو زوجین میں فرقت ہوتی ہے خواہ حاکم نے فیصلہ نہ کیا ہو۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور (ایک روایت میں) امام محمدؒ کا قول ہے کہ حاکم کے فیصلے سے پہلے فرقت نہیں ہوجاتی خواہ دونوں لعان کرچکے ہوں فریقین کے لعان کرچکنے کے بعد دونوں میں تفریق کرادینا حاکم پر واجب ہوجاتا ہے(۶)۔

اس کے علاوہ اس لسانی تنظیم کے قائد نے اپنے بیان میں زنا بالجبر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''ملک کے نام نہاد ملاؤں کا ایک خاص گروپ عورتوں کو ہر صورت میں سزا دلانے کے مشن پر زور وشور سے گامزن ہے''۔ اس کے جواب میں اتنا کہوں گا کہ قرآن وحدیث کے احکامات کے مقابلے میں کسی عالم کی بات کو ترجیح دی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی حکمران و قائد کی۔ کیونکہ اسلام کے یہ واضح ہدایات ہیں کہ فعل زنا کے مرتکب کو مجرم قرار دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نے اپنی آزاد مرضی سے یہ فعل کیا ہو۔ جبر واکراہ سے اگر کسی شخص کو اس فعل کے ارتکاب پر مجبور کیا

گیا ہوتو وہ نہ مجرم ہے نہ سزا کا مستحق۔ خود قرآن ان عورتوں کی معافی کا اعلان کرتا ہے جن کو زنا پر مجبور کیا گیا ہو۔ ارشاد خداوندی ہے: ’’اور اپنی لونڈیوں کو اپنے فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو، جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان کو بخشنے والا مہربان ہے‘‘ (۷)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر لونڈیاں خود بدکاری کے مرتکب ہوں تو وہ اپنے جرم کی اپنی آپ ذمہ دار ہیں۔ لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرنا حرام ہے اور اگر کسی نے ایسا کیا اور وہ لونڈیاں آقا کے جبر و اکراہ سے مغلوب ہو کر زنا میں مبتلا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیں گے اور اس کا سارا گناہ مجبور کرنے والے پر ہوگا۔ احادیث میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں صرف زانی جابر کو سزا دی گئی اور جس پر جبر کیا گیا اسے چھوڑ دیا گیا۔

حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک عورت نماز کے لئے نکلی، راستے میں ایک شخص نے اس کو گرا کر زبردستی اس کی عصمت دری کی، اس کے شور مچانے پر لوگ آگئے اور زانی پکڑا گیا۔ عورت نے کہا کہ اس آدمی نے میرے ساتھ یوں فعل کیا، لوگوں نے انہیں پکڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت سے فرمایا تو چلی جا! اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا اور آدمی جس نے زبردستی زنا کیا تھا، کے متعلق فرمایا کہ انہیں رجم کرو (۸)۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے ایک لڑکی سے زنا کا ارتکاب کیا آپ نے اسے کوڑے لگوائے اور لڑکی کو چھوڑ دیا۔ ان دلائل کی بنیاد پر عورت کے معاملے میں تو قانون متفق علیہ ہے لیکن اختلاف اس امر میں ہوا ہے کہ آیا مرد کے معاملے میں بھی جبر و اکراہ معتبر ہے یا نہیں، اس سلسلے میں حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ: جس مرد پر سلطان نے زبردستی کی یعنی اس کو قتل وغیرہ کا خوف دلایا حتی کہ اس نے زنا کیا تو زانی پر حد نہ ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ پہلے کہتے تھے کہ حد ماری جائے گی اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے، اس واسطے کہ مرد سے زنا جب ہی صادر ہوتا ہے کہ اس کا آلہ منتشر ہو، اور آلہ کا منتشر ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے بخواہش خاطر ایسا کیا، پھر امام ابوحنیفہؒ نے اس سے رجوع کر کے کہا کہ اس پر حد نہیں ہے کیونکہ جس سبب نے اس کو اس فعل پر آمادہ کیا وہ ظاہری قیام ہے اور انتشاد عضو کو دلیل گردانے میں تردد ہے کیونکہ انتشار کبھی بغیر قصد کے ہوجاتا ہے یعنی بمقتضائے طبیعت کے ہوتا ہے نہ بقصد و ارادہ، جیسے خواب میں ہے پس شبہ پیدا ہوگیا۔ اور اگر اس کو سوائے سلطان کے کسی اور نے مجبور کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد ماری جائے گی اور صاحبین نے کہا کہ حد نہیں ماری جائے گی کیونکہ صاحبین کے نزدیک اکراہ کبھی سلطان کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے بھی پیدا ہوسکتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کی

طرف سے جوار کراہ ہووہ پائیدار نہیں ہوتا مگر شاذ و نادر، کیونکہ اس کو اختیار ہے کہ سلطان سے فریاد کرے یا مسلمانوں کی جماعت سے مدد مانگے یا خود اس کو ہتھیار کے ذریعے دفع کرے اور جو چیز نادر ہو اس پر کوئی حکم بھی نہیں لگایا جا سکتا تو ایسے زبردستی سے حد ساقط نہ ہوگی بخلاف سلطان کے کہ اس کا زبردستی معتبر ہے کیونکہ وہ دوسرے سے مدد نہیں لے سکتا اور نہ سلطان پر ہتھیار اٹھا سکتا ہے تو سلطان اور غیر سلطان میں فرق ہوگیا (۹)۔

فتاویٰ عالمگیری میں حسب ذیل فتویٰ ذکر ہے ''اگر کسی کو سلطان نے زنا کرنے پر مجبور کردیا یہاں تک کہ زنا کرلیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ پہلے کہتے تھے کہ حد جاری ہوگی پھر اس سے رجوع کیا۔ اور اگر اس کو سلطان کے سوا کسی اور نے مجبور کیا تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوگی، اسی طرح سے فتح القدیر میں ذکر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے'' (۱۰)۔

مذکورہ بالا واضح دلائل کے بعد ہم اس لسانی تنظیم کے قائد سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ان شرعی دلائل کے ہوتے ہوئے کون شخص اس کا انکار کرسکتا ہے۔ اگر پھر بھی کوئی منکر پایا جائے تو وہ عالم نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو آپ نے ملاؤں کے لقب سے ذکر کیا ہے ان کا صراحت کے ساتھ نام لیا جائے تاکہ ان سے بالمشافہ ملاقات کرکے ان کے خیالات معلوم کیے جائیں کہ کیا وہ ان براہین کے باوجود بھی ایسے خیالات رکھتے ہیں ورنہ خوامخواہ کی باتیں بگاڑ وافتراق کے سبب بنتے ہیں جو مسلم امہ کے لئے بڑا دردناک ثابت ہوسکتا ہے۔ یا ہوسکتا ہے کہ ان علماء کے پاس قرآن وسنت کی روشنی میں مزید قوی دلائل موجود ہوں۔ بہر حال مسلمانوں کے درمیان غلط فہمی کے ازالے کے لئے مذکورہ بالا بیان میں حتی الوسع کوشش کی ہے کہ ہر ایک بات پر مسلمانوں کی ذہن سازی ہو اور وہ غلط فہمی وانتشار میں مبتلا نہ ہوں۔ دوسرے جید علماء جو بندہ ناچیز کے مقابلے میں بحر بیکراں کے مانند ہیں ان سے بھی استدعا ہے کہ وہ اس مسئلے پر فی الفور قلم اٹھا کر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کریں۔

حواشی:

(۱) عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، احیاء التراث العربی بیروت، جلد۵، ص۶۶۔ (۲) سورہ نور ۲۴:۵۔ (۳) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۹۶ء، جلد۶ ص۳۵۴۔ (۴) ایضاً، جلد۶ ص:۳۵۵۔ (۵) سورہ نور ۲۴:۹-۶۔ (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۹۷ء، جلد۶ ص۴۶۳۔ (۷) سورہ نور ۲۴:۳۳۔ (۸) الخطیب امام ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوۃ، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص۳۱۲، الحدود۔ (۹) علامہ مولانا سید امیر علی، عین الہدایہ اردو شرح ھدایہ، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور، جلد۲، ص۴۶۲-۴۶۱۔ (۱۰) فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ھندیہ) مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ، ۱۹۸۳، جلد۲، ص:۱۵۰۔

☆☆☆